تقریر

تقریر بابت سیرت رسولؐ
وقت 5-7 منٹ

وَالْعِجْزُ فَخْرِیْ (حضرت محمدؐ)

عاجزی میرا فخر ہے
(تقریر نمبر 11)

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

وَعِبَادُ الرَّحۡمٰنِ الَّذِیۡنَ یَمۡشُوۡنَ عَلَی الۡاَرۡضِ ہَوۡنًا وَّاِذَا خَاطَبَہُمُ الۡجٰہِلُوۡنَ قَالُوۡا سَلٰمًا (الفرقان:64)

کہ رحمان کے بندے وہ ہیں جو زمین پر فروتنی کے ساتھ چلتے ہیں اور جب جاہل ان سے مخاطب ہوتے ہیں تو (جواباً) کہتے ہیں "سلام"۔

وَاَحۡسَنَ مِنۡكَ لَمۡ تَرَقَّطُّ عَیۡنِیۡ
وَاَجۡمَلَ مِنۡكَ لَمۡ تَلِدِ النِّسَآءُ
خُلِقۡتَ مُبَرَّءً مِّنۡ كُلِّ عَیۡبٍ
كَاَنَّكَ قَدۡ خُلِقۡتَ كَمَا تَشَآءُ

(شرح دیوان حسان بن ثابت الانصاری)

آپؐ سے بہتر میری آنکھ نے کبھی کسی کو نہیں دیکھا اور آپؐ سے جمیل کسی عورت نے پیدا نہیں کیا۔ آپؐ ہر عیب سے پاک پیدا کئے گئے ہیں گویا آپؐ ایسے ہی پیدا کئے گئے جیسے آپؐ چاہتے تھے۔

معزز سامعین! حضرت علیؓ کے توسّط سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے 20 اوصاف کا ذکر تواریخ کی کتاب میں ملتا ہے۔ آج مجھے ان 20 اوصاف میں سے گیارہویں صفت پر روشنی ڈالنی ہے۔ جس میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے متعلق فرمایا کہ اَلْعِجْزُ فَخْرِیْ یعنی عاجزی میرا فخر ہے۔ پوری روایت یوں ہے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مَیں نے آقا و مولیٰ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کی سیرت کے حوالہ سے پوچھا تو آپؐ نے فرمایا:

اَلْمَعْرِفَةُ رَاسُ مَالِیْ وَالْعَقْلُ اَصْلُ دِیْنِیْ، وَالْحُبُّ اَسَاسِیْ، وَالشَّوْقُ مَرْكَبِیْ، وَذِكْرُ اللّٰهِ اَنِیْسِیْ، وَالثِّقَةُ كَنْزِیْ، وَالْحُزْنُ رَفِیْقِیْ، وَالْعِلْمُ سَلَاحِیْ، وَالصَّبْرُ رِدَائِیْ، وَالرَّضَاءُ غَنِیْمَتِیْ وَالْعِجْزُ فَخْرِیْ، وَالزُّهْدُ حِرْفَتِیْ، وَالْیَقِیْنُ قُوَّتِیْ، وَالصِّدْقُ شَفِیْعَتِیْ، وَالطَّاعَةُ حَسْبِیْ، وَالْجِهَادُ خُلُقِیْ وَقُرَّةُ عَیْنِیْ فِی الصَّلٰوةِ وَثَمَرَةُ فُؤَادِیْ فِیْ ذِكْرِهٖ وَغَمِّیْ لِاَجَلِ اُمَّتِیْ وَشَوْقِیْ اِلٰی رَبِّیْ عَزَّ وَجَلَّ

(الشِّفَاءِ لقاضی عیاض بن موسیٰ صفحہ 81)

کہ معرفت میرا سرمایہ ہے اور عقل میرے دین کی بنیاد ہے اور محبت میری اساس ہے اور شوق میری سواری ہے اور ذکرِ الٰہی میرا مونس ہے اور وثوق میرا خزانہ ہے اور غم میرا رفیق اور علم میرا ہتھیار ہے، صبر میری چادر ہے، رضا میری غنیمت اور عاجزی میرا فخر ہے اور زُہد میرا پیشہ اور یقین میری قوت اور صدق میرا شفیع اور اطاعت میرا حسب، جہاد میرا اخلق اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے، ذکرِ الٰہی میرے دل کا پھل ہے اور میرا غم میری امت کے لئے ہے اور میرا شوق اپنے ربّ عزّوجلّ کی طرف ہے۔

معزز سامعین! آج میری تقریر کا عنوان بھی دو الفاظ پر مشتمل ہے۔ دونوں عربی الفاظ ہیں تاہم اردو زبان میں بھی استعمال ہوتے ہیں۔ آج مجھے اپنی تقریر کو آگے بڑھانے سے پہلے موضوعِ سخن میں موجود عجز اور فخر کے الفاظ کے لغوی معنی بیان کرنا ضروری ہیں۔ عجز، کمزوری، خاکساری، مسکینی، غریب و مجبور اور منکسر المزاج کو کہتے ہیں۔ عاجز اِس سے صفت ہے۔ یہ عموماً متکبر کے مقابل پر بولا جاتا ہے یعنی ایسا شخص جو بے نفس ہو، اللہ کے حضور گڑگڑانے والا، عجز و منّت اور انکساری کرنے والا۔ اور عاجزی کا مطلب ہے غرور نہ کرنا، نرم دل رہنا، دوسروں کے ساتھ محبت، عزت اور سادگی سے پیش آنا چنانچہ لکھا ہے کہ **عاجز** وہ ہے جو رب کے حضور اور ہر اُس انسان کے سامنے لَا اَدْرِی (مَیں نہیں جانتا) کہنے کے لیے تیّار ہو جس کے پاس الحُسنیٰ یعنی احسن بات یا رائے موجود ہو۔

اور لفظِ فخر بزرگی، ناز اور شان و شوکت کو کہتے ہیں۔ فخر اور تکبّر میں فرق یہ ہے کہ فخر وہ خوبی ہے جس کو انسان بطور رشک اور مدح کے بیان کر سکتا ہے جبکہ انسان کو اپنے کبر، تعلّی و غرور کو بیان کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عجز اور اپنے عاجزانہ رویّہ کو اپنے سر کا فخر قرار دیا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (حدیث قدسی ہے) کہ جس نے میرے لئے اس طرح تواضع اختیار کی۔ یہ فرماتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ہتھیلی کو زمین کے ساتھ لگا دیا۔ اس کو مَیں اس طرح بلند کروں گا اور یہ فرماتے ہوئے آپ نے اپنی ہتھیلی کو آسمان کی طرف اونچا کرنا شروع کیا اور بہت بلند کر دیا یعنی جو عاجزی اختیار کرے اور زمین کے ساتھ لگ جائے اس کو خدا تعالیٰ خود بلند کرتا ہے۔

(مسند احمد بن حنبل مسند العشرہ المبشرین بالجنۃ جلد 1 صفحہ 44 مطبوعہ بیروت)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِنَّ اللّٰہَ اَوْحٰی اِلَیَّ اَنْ تَوَاضَعُوا حَتّٰی لَا یَفْخَرَ اَحَدٌ عَلٰی اَحَدٍ

یعنی اللہ نے میری طرف وحی فرمائی کہ تم لوگ تواضُع (عاجزی) اختیار کرو یہاں تک کہ کوئی بھی دوسرے پر فَخر نہ کرے۔

(مسلم حدیث 7210)

حضرت ابو سعیدؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جو اللہ کے لیے ایک درجہ عاجزی اختیار کرتا ہے اللہ اسے ایک درجہ بلند کرتا ہے، یہاں تک کہ اُسے اعلیٰ علیین میں جگہ دیتا ہے اور جو ایک درجہ تکبر کرتا ہے اللہ اسے ایک درجہ گراتا ہے، یہاں تک کہ اُسے سب سے نچلے درجے میں پھینک دیتا ہے۔“

(کنز العمال)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسلسل تواضع کی تعلیم دیتے تھے۔ آپؐ چاہتے تھے کہ لوگوں کا ہاتھ پکڑ کر انہیں اللہ کی خوشنودی کی طرف لے جائیں۔ حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا:

”جو اللہ کے لیے تواضع اختیار کرتا ہے اللہ اس کے مرتبے کو بلند کرتا ہے۔ وہ اپنے نفس میں چھوٹا ہوتا ہے لیکن لوگوں کی نظروں میں عظیم ہوتا ہے۔ اور جو متکبر ہوتا ہے اللہ اس کے مرتبے کو پست کر دیتا ہے۔ وہ اپنی نظروں میں بڑا ہوتا ہے، جب کہ لوگوں کی نگاہوں میں ذلیل ہوتا ہے، یہاں تک کہ وہ لوگوں کے ہاں کتے اور خنزیر سے بھی زیادہ ذلیل ہوتا ہے۔“

(کنز العمال)

حضرت قیس بن ابی حازمؓ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی حضورؐ کے پاس آیا۔ جب آپؐ کھڑے ہوئے تو وہ کانپنے لگا۔ آپؐ نے فرمایا:
”پُر سکون رہو۔ مَیں کوئی بادشاہ نہیں ہوں بلکہ ایسی قریشی عورت کا بیٹا ہوں جو خشک روٹی کے ٹکڑے کھایا کرتی تھی“

(مستدرک حاکم)

حضرت ابن ابی اوفیٰؓ فرماتے ہیں: حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیوہ اور مسکین کے ساتھ چلنے میں کوئی عار محسوس نہیں کرتے تھے بلکہ ان کے ساتھ جاتے اور ان کی ضرورت پوری کرتے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ مَیں نے کہا: اے اللہ کے رسول! میری جان آپ پر قربان ہو۔ آپ ٹیک لگا کر کھائیں، یہ کھانے کا آسان طریقہ ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا: عائشہؓ! میں ٹیک لگا کر نہیں کھاؤں گا بلکہ اس طرح کھاؤں گا جس طرح ایک غلام کھاتا ہے اور غلام کی طرح بیٹھوں گا۔

(بغوی شرح السنۃ)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ:

''مسجد نبویؐ کی تعمیر کے وقت تمام صحابہ کرامؓ اینٹیں اُٹھا رہے تھے اور آپؐ بھی ایک عام مزدور کی طرح کام کر رہے تھے۔ مَیں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا، آپ کے پیٹ پر پتھر بندھا ہوا ہے۔ مَیں نے خیال کیا کہ اس پتھر نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مشقت میں ڈال دیا ہے۔ مَیں نے کہا: اے اللہ کے رسولؐ! یہ پتھر مجھے دے دیں۔ آپؐ نے فرمایا: اے ابوہریرہؓ! اس کے علاوہ کوئی اور پتھر لو اور حقیقی زندگی تو آخرت کی زندگی ہے۔''

حضرت ابوامامہؓ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہم نے دیکھا کہ حضورؐ اپنی سوٹی کو زمین پر ٹیکتے ہوئے ہماری طرف آرہے ہیں۔ ہم حضورؐ کو دیکھ کر احتراماً کھڑے ہوگئے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ نہیں بیٹھے رہو اور دیکھو جس انداز میں عجمی ایک دوسرے کے احترام کے لئے کھڑے ہوتے ہیں تم ایسے نہ کھڑے ہوا کرو۔ پھر آپؐ نے فرمایا: کہ مَیں تو اللہ کا صرف ایک بندہ ہوں اس کے دوسرے بندوں کی طرح مَیں بھی کھاتا پیتا ہوں اور انہیں کی طرح اٹھتا بیٹھتا ہوں۔

(الشفاء لقاضی عیاض باب تواضعه)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عجز و انکسار ہمیں اُس وقت بھی نظر آتا ہے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم دس ہزار قدوسیوں کے جلو میں فاتحانہ شان سے مکہ میں داخل ہوئے وہ دن آپ کے لئے بہت خوشی اور مسرت اور عظمت کے اظہار کا دن تھا۔ مگر حضورؐ خدا کے ان فضلوں کے اظہار پر خدا کی راہ میں بچھے جاتے تھے۔ خدا نے جتنا بلند کیا آپ انکساری میں اور بڑھتے جا رہے تھے یہاں تک کہ جب مکہ میں داخل ہوئے تو آپ کا سر جھکتے جھکتے اونٹ کے کجاوے سے جا لگا اور اللہ کے نشانوں پر اس کی حمد و ثناء میں مشغول تھے۔

(سیرۃ ابن ھشام باب وصول النبی ذی طوی)

سامعین! عاجزی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی فطرت کا حصہ تھی۔ لوگوں کی اکثریت کے برعکس آپ بغیر تکلف اور بناوٹ کے تواضع اختیار کرتے تھے۔ آپؐ کھانے، پینے، لباس اور چلنے پھرنے میں تواضع سے کام لیتے۔ اپنی گفتگو اور کردار سے بھی اپنے صحابہ کو تواضع اختیار کرنے کی دعوت دیتے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کے ساتھ دوستوں کی طرح گھل مل کر بیٹھتے۔ آپؐ کی دوسرے لوگوں سے نمایاں کوئی خصوصی نشست نہیں تھی۔ کوئی اجنبی شخص آتا تو صحابہ کرام کے درمیان سے آپؐ کو پہچان نہ سکتا تھا۔ اسے آپؐ کے بارے پوچھنا پڑتا تم میں سے محمدؐ کون ہیں؟ جبکہ نبی کریمؐ ان کے سامنے ٹیک لگائے ہوتے۔

(صحیح البخاری، العلم، حدیث: 63)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم تھکاوٹ، مشقت، بھوک اور پیاس میں اپنے صحابہ کے ساتھ شریک رہے۔ آپ پہلے صحابہ کو کھلاتے پلاتے، پھر خود کھاتے پیتے۔ آپ فرماتے:

سَاقِي الْقَوْمِ آخِرُهُمْ شُرْبًا

''قوم کو پلانے والا خود آخر میں پیتا ہے۔''

(صحیح مسلم، المساجد ومواضع الصلاۃ، حدیث: 681)

سامعین! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی انکساری حتیٰ کہ بچوں کے ساتھ بھی نظر آتی تھی۔ جب آپؐ بچوں کے پاس سے گزرتے تو بڑے لطف و کرم سے انہیں سلام کرتے اور بڑی تواضع اور محبت سے ان کی طرف متوجہ ہوتے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپؐ بچوں کے پاس سے گزرتے تو ان کو سلام کرتے۔

(صحیح البخاری، الاستئذان، حدیث (6247)

آپؐ اپنی تعریف سننا پسند کرتے اور تعریف میں غلو کرنے سے منع کرتے تھے۔ آپؐ فرماتے:

لَا تُطْرُونِي كَمَا أَطْرَتِ النَّصَارَى ابْنَ مَرْيَمَ فَإِنَّمَا أَنَا عَبْدُهُ فَقُولُوا عَبْدُ اللهِ وَرَسُولُهُ

''مجھے ویسے نہ بڑھاؤ جس طرح نصاریٰ نے عیسیٰ ابن مریم علیہا السلام کو بڑھایا۔ مَیں تو بس اللہ کا بندہ ہوں، اس لیے تم یوں کہا کرو: آپ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔''

(صحیح البخاری، أحادیث الانبیاء)

سامعین! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کے ساتھ نہایت عاجزانہ رویہ رکھتے تھے۔ مریض کی عیادت کرتے، مسکین کے ساتھ شفقت کرتے، محتاجوں سے میل جول رکھتے، کمزوروں کی دادرسی کرتے، بچوں سے کھیلتے، اہل وعیال سے مزاح کرتے، لونڈی سے بات کرتے مٹی پر بیٹھ جاتے، فرش پر سو جاتے، ریت پر لیٹ جاتے اور چٹائی کو تکیہ بنالیتے۔ آپؐ چونکہ اپنے رب سے خوش تھے، اس لیے نہ کبھی شہرت و مرتبہ کی طلب کی اور نہ کسی دنیاوی مقصد کو پیش نظر رکھا بلکہ ہمیشہ خدا کی رضا کی طلب کی۔

پیارے بھائیو! ذرا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عاجزی وانکساری ملاحظہ کریں۔ بھوک کی شدت کے آثار چہرہ پر عیاں ہیں۔ آپ کو جو کی خشک سخت باسی روٹی پیش کی جاتی ہے تو آپ فقراء ومساکین کو شامل کیے بغیر کھانے سے انکار کر دیتے ہیں، پھر ان کے ساتھ زمین پر بیٹھتے ہیں اور بذات خود انہیں روٹی پیش کرتے ہیں۔

غور کریں کہ آپؐ خود بھوک سے نڈھال ہیں اور دودھ کا تحفہ آپؐ کو پیش کیا جاتا ہے۔ آپؐ اس حال میں بھی صفہ کے طالب علموں کو یاد رکھتے ہیں، انہیں گھر بلاتے ہیں اور ایک ایک کو اپنے ہاتھ سے دودھ پلاتے ہیں اور ان سب کے بعد خود نوش فرماتے ہیں۔ آپؐ اپنے خادم کو کھانے کے ایک لقمے اور ٹکڑے میں بھی شریک کرتے ہیں۔ اس کے ساتھ بوسیدہ چٹائی پر بیٹھتے ہیں۔ اس کے ساتھ ہنسی مذاق بھی کرتے ہیں بلکہ انہی مسکینوں میں سے ایک کو اپنا منہ بولا بیٹا تک بناتے ہیں، اگرچہ بعد میں منہ بولا بیٹا بنانے سے روک دیا گیا اور انہی میں سے کسی کو دوست اور کسی کو مشیر خاص بناتے ہیں۔

آپؐ کبھی ننگے پاؤں چلتے اور کبھی مسجد میں سو جاتے۔ آپؐ کمزور سے تعاون کرتے۔ سفر میں قافلے کے آخر میں چلتے تاکہ کسی بچے کھچے محتاج کی مدد کریں اور اکیلے رہ جانے والے کو ساتھ لے کر آئیں۔ مریضوں کی تیمارداری کرتے۔ زخمیوں کی مرہم پٹی کرتے۔ بھوکوں کو کھانا کھلاتے۔ جاہلوں کو تعلیم دیتے۔ نافرمانوں کی راہنمائی کرتے۔ لشکروں کے حوصلے بڑھاتے۔ یتیموں کی کفالت کرتے۔ بے گھروں کو ٹھکانا دیتے اور مصیبت زدہ لوگوں کو تسلی دیتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب کے ساتھ شفیق ورحیم باپ جیسا سلوک کرتے۔ آپ امت کے لیے انصاف پسند قائد اور انسانیت کے لیے بہترین نمونہ تھے۔

عمرو بن مسلم نے طاوس سے روایت کی، انہوں نے کہا: مَیں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعدد صحابہ کو پایا وہ سب کے سب یہ کہتے تھے کہ ہر چیز (اللہ کی مقرر کردہ) مقدار سے ہے اور مَیں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے سنا، کہہ رہے تھے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

كُلُّ شَيْءٍ بِقَدَرٍ حَتَّى الْعَجْزِ وَالْكَيْسِ، أَوِ الْكَيْسِ وَالْعَجْزِ

کہ ہر چیز (اللہ کی مقرر کردہ) مقدار سے ہے یہاں تک کہ (کسی کام کو) نہ کر سکنا اور کر سکنا بھی، یا کہا: (کسی کام کو) کر سکنا اور نہ کر سکنا (بھی اسی مقدار سے ہے۔)

(صحیح مسلم ،كِتَاب الْقَدَرِ باب كُلُّ شَيْءٍ بِقَدَرٍ حدیث نمبر 6751)

سامعین! مَیں یہاں مضمون کی اہمیت کو اُجاگر کرنے کے لئے حضورؐ کے ایک دو ارشاد آپ حاضرین کے سامنے رکھنے جا رہا ہوں۔ آپؐ فرماتے ہیں کہ عاجزی اختیار کرو اور مسکینوں کے ساتھ بیٹھا کرو اللہ کریم کی بارگاہ میں بڑے مرتبے کے حامل بندے بن جاؤ گے اور تکبّر سے بھی بَری ہو جاؤ گے۔

(کنز العمال حدیث 5722)

پھر فرمایا۔ جو اپنے مسلمان بھائی کے لئے تواضُع اختیار کرتا ہے اللہ کریم اسے بلندی عطا فرماتا ہے اور جو اُس پر بلندی چاہتا ہے، اللہ پاک اسے پستی میں ڈال دیتا ہے۔

(معجمِ اوسط حدیث 7711)

فرماتے ہیں کہ مجلس میں اَدنیٰ جگہ پر بیٹھنا بھی اللہ پاک کے لئے عاجزی کرنا ہے۔

(معجمِ کبیر حدیث 205)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

”اگر اللہ تعالیٰ کو تلاش کرنا ہے تو مسکینوں کے دل کے پاس تلاش کرو۔ اسی لیے پیغمبروں نے مسکینی کا جامہ ہی پہن لیا تھا۔ اسی طرح چاہئے کہ بڑی قوم کے لوگ چھوٹی قوم کو ہنسی نہ کریں اور نہ کوئی یہ کہے کہ میرا خاندان بڑا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم میرے پاس جو آؤ گے تو یہ سوال نہ کروں گا کہ تمہاری قوم کیا ہے۔ بلکہ سوال یہ ہوگا کہ تمہارا عمل کیا ہے۔ اسی طرح پیغمبر خدا نے فرمایا ہے اپنی بیٹی سے کہ اے فاطمہؓ! خدا تعالیٰ ذات کو نہیں پوچھے گا۔ اگر تم کوئی برا کام کرو گی تو خدا تعالیٰ تم سے اس واسطے درگزر نہ کرے گا کہ تم رسول کی بیٹی ہو۔ پس چاہئے کہ تم ہر وقت اپنا کام دیکھ کر کیا کرو۔“ (ملفوظات جلد 3 صفحہ 370۔ ایڈیشن 2003ء)

پھر آپؑ فرماتے ہیں کہ:

”خالی شیخیوں سے اور بے جا تکبّر اور بڑائی سے پرہیز کرنا چاہئے اور انکساری اور تواضع اختیار کرنی چاہئے۔ دیکھو! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو کہ حقیقتاً سب سے بڑے اور مستحق بزرگی تھے ان کے انکسار اور تواضع کا ایک نمونہ قرآن شریف میں موجود ہے۔ لکھا ہے کہ ایک اندھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر قرآن شریف پڑھا کرتا تھا۔ ایک دن آپ کے پاس عمائدِ مکّہ اور رؤوسائے شہر جمع تھے اور آپ ان سے گفتگو میں مشغول تھے۔ باتوں میں مصروفیت کی وجہ سے کچھ دیر ہو جانے سے وہ نابینا اٹھ کر چلا گیا۔ یہ ایک معمولی بات تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے متعلق سورۃ نازل فرمادی۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کے گھر میں گئے اور اسے ساتھ لا کر اپنی چادر مبارک بچھا کر بٹھایا۔ اصل بات یہ ہے کہ جن لوگوں کے دلوں میں عظمت الٰہی ہوتی ہے ان کو لازماً خاکسار اور متواضع بننا ہی پڑتا ہے کیونکہ وہ خدا تعالیٰ کی بے نیازی سے ہمیشہ ترساں و لرزاں رہتے ہیں۔

آ تانکہ عارف تراند ترساں تر

جس طرح اللہ تعالیٰ نکتہ نواز ہے اسی طرح نکتہ گیر بھی ہے۔ اگر کسی حرکت سے ناراض ہو جاوے تو دم بھر میں سب کارخانہ ختم ہے۔ پس چاہئے کہ ان باتوں پر غور کرو اور ان کو یاد رکھو اور عمل کرو۔“

(ملفوظات جلد10 صفحہ 343-344۔ ایڈیشن 1984ء)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ اس (عاجزی اور فروتنی کے) بارہ میں فرماتے ہیں کہ:

”وہ عبادالرحمٰن جنہوں نے دنیا میں انکسار اور عدل و انصاف کے ساتھ اپنی عمر بسر کی۔ جو دن کے اوقات میں بھی احکام الٰہی کے تابع رہے اور رات کی تاریکیوں میں بھی سجدہ و قیام میں اللہ تعالیٰ کے حضور گڑ گڑاتے اور دعائیں کرتے رہے۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان کے درجات کو بلند کرتے ہوئے انہیں ساتویں آسمان پر جگہ عنایت فرمائے گا یعنی وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ رکھے جائیں گے۔ کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ساتویں آسمان پر ہی ہیں۔ (مسند احمد بن حنبل جلد4 صفحہ 207-208)۔ اس کی طرف رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں بھی اشارہ فرمایا ہے کہ اِذَا تَوَاضَعَ الْعَبْدُ رَفَعَهُ اللّٰهُ اِلَی السَّمَآءِ السَّابِعَةِ (کنزالعمال جلد2 صفحہ 52) کہ جب کوئی شخص اللہ تعالیٰ کے لئے تواضع اختیار کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے ساتویں آسمان میں جگہ دیتا ہے۔ چونکہ ان لوگوں نے خدا کے لئے ھَوْن اور تَذَلُّل اختیار کیا ہوگا اس لئے خدا تعالیٰ بھی انہیں سب سے اونچا مقام رفعت عطا فرمائے گا اور انہیں منازل قرب میں سے سب سے اونچی منزل عطا کی جائے گی۔“

(تفسیر کبیر جلد ششم صفحہ 597)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

”ہم جو آپ علیہ السلام کے ماننے والے ہیں، ہم نے اگر اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو حاصل کرنا ہے، ہم نے اگر خدا تعالیٰ کی مدد سے حصہ لینا ہے، ہم نے اگر اپنے صبر کے پھل کھانے ہیں، ہم نے اگر اپنی دعاؤں کی مقبولیت کے نظارے دیکھنے ہیں تو پھر عاجزی دکھاتے ہوئے اور مستقل مزاجی سے خدا تعالیٰ کے حضور جھکے رہنا ضروری ہے۔ یہی چیز ہے جو ہمیں شیطانی اور طاغوتی طاقتوں سے بھی بچا کے رکھے گی اور یہی چیز ہے جو ہمارے ایمانوں میں مضبوطی پیدا کرے گی اور یہی چیز ہے جو ہمیں اللہ تعالیٰ کا قرب دلانے والا بنائے گی۔ لیکن اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ نہ سمجھو کہ یہ عاجزی کوئی آسان کام ہے۔ بہت سی اَنائیں، بہت سی ضدیں، بہت سی سستیاں، بہت سی دنیا کی لالچ، بہت سی دنیا کی دلچسپیاں ایسی ہیں جو یہ مقام حاصل کرنے نہیں دیتیں۔ فرمایا اِنَّھَا لَکَبِیْرَۃٌ۔ یہ آسان کام نہیں ہے، یہ بہت بوجھل چیز ہے۔ وہ تمام باتیں جن کا مَیں نے ابھی ذکر کیا ہے اور اس کے علاوہ بھی بہت سی باتیں ہیں جو صبر اور صلوۃ کو اُس کی صحیح روح کے ساتھ اور عاجزی دکھاتے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی بندگی کا حق ادا کرتے ہوئے بجالانے سے روکتی ہیں۔ ہمیں یاد رکھنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ تو چاہتا ہے کہ اُس کا بندہ اُس صبر اور استقامت کا مظاہرہ کرے اور ایسی عبادت کے معیار بنائے جس میں ایک لحظہ کے لئے بھی غیر کا خیال نہ آئے۔ دنیاوی کاموں کے دوران بھی دل خدا تعالیٰ کے آگے جھکا رہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے خود ہی فرمادیا کہ ایسی حالت پیدا کرنا آسان نہیں ہے، یہ بہت بوجھل چیز ہے اور اس بوجھل چیز کو اُٹھانا بغیر اللہ تعالیٰ کے فضل کے ممکن نہیں ہے۔ اس لئے اس کی مدد چاہو، اُس کے فضل کو حاصل کرنے کے لئے اُس کے آگے

جھکو، کوشش کرو۔ لیکن یہ مدد اُس وقت ملے گی جب عاجزی اور انکساری بھی ہو گی۔ جب اس یقین پر قائم ہوں کہ اَنَّھُمۡ مُّلٰقُوۡا رَبِّہِمۡ (البقرہ:47)یعنی کہ وہ اپنے ربّ سے ملنے والے ہیں۔ جب یہ یقین ہو گا تو پھر ہم صبر اور دعا کا حق ادا کرنے والے بھی ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل کرنے والے بھی ہوں گے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اُسوہ کو اپنے سامنے رکھنے والے بھی ہوں گے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اُسوہ کو صرف اپنے فائدے کے لئے نہیں بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق و محبت کی وجہ سے اپنانے والے ہوں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق کی آگ کو اپنے سینے میں لگاتے ہوئے آپ کے ہر عمل پر عمل کرنے کی کوشش کرنے والے ہوں گے۔ اور یہی حقیقی حالت ہے جو ایک مومن کو مومن بناتی ہے۔... پھر ہم اللہ تعالیٰ سے یہ بھی عرض کرتے ہیں کہ اگر کہیں اس میں، ہماری دعاؤں میں، ہماری کوششوں میں یا ہماری ظاہری عاجزی میں ہمارے نفس کی ملونی ہے تو ہمیں معاف کر دے۔ کہیں ایسا نہ ہو جائے کہ ہماری یہ عاجزی کا احساس ہمارے نفس کا دھوکہ ہو۔ پس ہمیں اُن خٰشِعِیۡن میں شمار کر جو حقیقی خٰشِعِیۡن ہیں۔ ہمیں اُن عاجزی اور انکسار دکھانے والوں میں شمار کر جن کے بارے میں تیرے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اس عاجزی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اُنہیں ساتویں آسمان تک اُٹھالیتا ہے۔ ہمیں اس طرز پر زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرما جس پر تیرے محبوب رسول کے عاشقِ صادق ہمیں چلانا چاہتے ہیں، اُن توقعات پر پورا اترنے کی توفیق عطا فرما جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی جماعت سے کی ہیں۔“

(خطبہ جمعہ 7/جون 2013ء)

پھر آپ ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”عاجزی اور انکساری ایک ایسا خلق ہے جب کسی انسان میں پیدا ہو جائے تو اس کے ماحول میں اور اس سے تعلق رکھنے والوں میں باوجود مذہبی اختلاف کے جس شخص میں یہ خلق ہو اس پر انگلی اٹھانے کا موقع نہیں ملتا بلکہ اس خُلق کی وجہ سے لوگ اس کے گرویدہ ہو جاتے ہیں، اس سے تعلق رکھنے کی خواہش رکھتے ہیں۔ ہمیں تاریخ انسانی میں سب سے زیادہ عاجزی اگر کسی میں نظر آتی ہے تو وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہے چنانچہ دیکھ لیں باوجود خاتم الانبیاء ہونے کے آپ اپنے ماننے والوں کو یہی فرماتے ہیں کہ مجھے موسیٰ پر فضیلت نہ دو اور اس یہودی کو بھی پتہ تھا کہ باوجود اس کے کہ میں یہودی ہوں اور جھگڑا میرا مسلمان سے ہے اور پھر معاملہ بھی آپؐ کی ذات سے تعلق رکھتا ہے اپنے اس جھگڑے کا معاملہ آپؐ کے پاس ہی لاتا ہے، آپ کی خدمت میں ہی پیش کرتا ہے۔ کیونکہ مذہبی اختلاف کے باوجود اس کو یہ یقین تھا اور وہ اس یقین پر قائم تھا کہ یہ عاجز انسانؐ کبھی اپنی بڑائی ظاہر کرنے کی کوشش نہیں کریں گے اور اس یہودی کو یہ بھی یقین تھا کہ میرا دل رکھنے کے لئے اپنے مرید کو یہی کہیں گے کہ مجھے موسیٰ پر فضیلت نہ دو۔ یہ یقین اس لئے قائم تھا کہ آپ کی زندگی جو زندگی اس یہودی کے سامنے تھی اس سے یہی ثابت ہوا تھا اور آپ کا یہ حسن خلق اس کو پتہ تھا اور یہ حسنِ خلق آپ میں اس لئے تھا کہ وہ شرعی کتاب جو آپ پر اتری یعنی قرآن کریم اس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ”اور رحمن کے بندے وہ ہیں جو زمین پر فروتنی کے ساتھ چلتے ہیں اور جب جاہل ان سے مخاطب ہوتے ہیں تو جواباً کہتے ہیں سلام“۔ یعنی جھگڑے کو بڑھاتے نہیں بلکہ وہیں معاملہ نپٹا کر ایک طرف ہو جاتے ہیں۔ اور اگر کوئی جھگڑا کرنے کی کوشش بھی کرے تو اس کو آگے نہیں بڑھنے دیتے۔ جاہلوں کی طرح ذرا ذرا سی بات پر سالوں جنگیں لڑنے کی ان کو عادت نہیں ہے۔ تو یہ ہے وہ حسن خلق جو آنحضرتؐ میں تھا اور جو آپ اپنی امت میں پیدا کرنا چاہتے تھے۔“

(خطبہ جمعہ 2 جنوری 2004ء)

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیۡتَ عَلٰٓی اِبۡرَاھِیۡمَ وَعَلٰٓی اٰلِ اِبۡرَاھِیۡمَ اِنَّکَ حَمِیۡدٌ مَّجِیۡدٌ

اَللّٰھُمَّ بَارِکۡ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکۡتَ عَلٰٓی اِبۡرَاھِیۡمَ وَعَلٰٓی اٰلِ اِبۡرَاھِیۡمَ اِنَّکَ حَمِیۡدٌ مَّجِیۡدٌ

(بتعاون: زاہد محمود و مسز عائشہ چوہدری۔ جرمنی)